OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 42-49

شیخ علی بن عثمان علیہ الرحمۃ ہجویری کا تصورِ علم

The Concept of Knowledge according to Shiykh Ali bin Usman Hujwayri

Muhammad Fareed Ahmad

Lecturer, Department of Urdu, Govt. Municipal Degree College, Faisalabad.

Abstract

Hazrat Ali Bin Usman Hujwayri was a renowned Sufi and Preacher. He belonged to the same region as of Sultan Mehmood Ghaznvi. He moved to Lahore from Afghanistan. At that time there were false notions and irrelevent thoughts emerged in Sufism. He was the person who eradicated these types of thoughts and actions belonging to reprehensible innovators i.e. "Sophistia and Ismailis". He presented Sufism in its true sense in the light of the Quran and Sunnah in his well renowned book "Kashf al Mahjoob". This article throws light on his moderate and enlightened thoughts related to his concept of knowledge. His writing style is not only impressive but aslo becomes a source of inspiration for the readers. Though these thoughts are related to Tasawuuf, yet his style of writing makes these thoughts easy to comprehend."

Keywords: Renowned, Sufi, Preacher, Irrelevent, Reprehensible, Sophistia, Ismailis.

مخدوم سید شیخ علی بن عثمان ہجویری (۴۰۰ھ /۱۰۰۹ء)سلطان محمود غزنوی کے عہدِ حکومت میں دار السلطنت غزنی میں پیدا ہوئے اور غزنی شہر کے محلہ جُلاب و ہجویر میں رہنے سہنے کی نسبت سے جُلابی و ہجویری کہلائے اور آپ علیہ الرحمۃ نے ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ [۱]

آپ علیہ الرحمۃ کے والد ماجد کا نام عثمان تھا۔ ان کا مکمل نام اور نسب علی بن عثمان بن علی الجلابی ثم الہجویری الغزنوی تھا اور کنیت ابو الحسن ہے۔

"آپ علیہ الرحمۃ افغانستان کے شہر غزنہ (غزنی) کے رہنے والے تھے۔" [۲]

آپ علیہ الرحمۃ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف ہے۔ ان کا تعلق سلطان محمود غزنوی کے دربار سے بھی رہا ہے اور آپ علیہ الرحمۃ لاہور میں سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد تشریف لائے۔ آپ نے جو کتب تصنیف فرمائی ہیں ان میں "کشف المحجوب" سرِ فہرست ہے۔ ایک رسالہ بھی اُن سے منسوب ہے مگر بعض محققین کے خیال میں "کشف المحجوب" اور اس رسالہ میں فکری اور اسلوبیاتی اختلاف کی وجہ سے اس رسالے کو حضرت علی بن عثمان ہجویری سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ آپ علیہ الرحمۃ کے دور میں تصوف میں آزاد خیالی، اسماعیلی اور ہندوانہ عملِ تناسخ کی کئی صورتیں پیدا ہو چکی تھیں جن سے آپ کو اختلاف تھا:

> "وہ اپنے زمانے سے مطمئن نہیں تھے۔ خاص طور پر اس بات سے نالاں تھے کہ لوگوں نے مذہبی قانون کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا ہے اور ان میں انحرافی نظریات مقبول ہو رہے تھے۔"(۳)

سعد اللہ جاں برق "تصوف اور امنِ عالم" میں تصوف میں پنپنے والے غیر فطری رجحانات سے متعلق لکھتے ہیں:

> "حقیقت تو یہ ہے کہ تصوف کو جتنا نقصان اس کے طرف داروں نے پہنچایا ہے اور اسے ایک معمہ یا چیستان اور اُلجھی ہوئی گانٹھ بنایا ہے، اتنا مخالفوں نے نہیں بنایا ہے۔"(۴)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ ہجویری کی تعلیمات میں علم کی اہمیت اور اس کی افادیت کو نہ صرف واضح کیا ہے بلکہ مختلف حوالوں سے اس کی وقعت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ کا استدلالی اندازِ تحریر آپ علیہ الرحمۃ کو بہت سے معتبر صوفیائے کرام سے ممتاز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیف قابلِ فہم ہے اور آپ فلسفیانہ موشگافیوں میں نہیں الجھتے۔ باوجودیکہ آپ کے مضامین تصوف کی خصوصیت سے متصف ہیں مگر عام قاری بھی بتدریج ان مضامین سے واضح طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ قرآن وحدیث کے حوالوں سے علم کی افادیت کو واضح کرنے کے ساتھ اپنی رائے کے ذریعے متعلقہ نکتہ کو اور وضاحت سے پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "اے طالبِ حق! تمھیں علم ہونا چاہیے کہ علم کی کوئی حدود غایت نہیں ہے اور ہماری زندگانی محدود، مختصر ہے۔"(۵)

حضرت علی بن عثمان اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم کس طرح کا حاصل کرنا چاہیے اور کس قدر حاصل کرنا چاہیے۔ ان کے خیال میں زندگی مختصر ہے اور انسان کو اتنا ہی علم حاصل کرنا چاہیے جو زندگی گزارنے کے لیے ضروری ہے۔ علم ایک بحرِ بے کراں ہے اور ایک فرد تمام علوم سے مکمل طور پر بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ شریعت، علمِ نجوم، علم حساب اور متعلقہ علوم میں سے اتنا علم حاصل کیا جائے جو ضروریاتِ زندگی اور دنیوی اور اخروی معاملات کی انجام دہی کے لیے ضروری ہو۔ وہ اس نکتہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

> ”عمل کے لیے جس قدر علم کی ضرورت ہے اس کا حاصل کرنا فرض و لازم ہے لیکن ایسے علوم جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکیں اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم کی تحصیل کی مذمت فرمائی ہے۔“(۶)

اگرچہ علم کی افادیت و اہمیت سے انکار نہیں مگر علمِ نافع کا حصول ہی انسان کے لیے ضروری ہے۔ بہت سے علوم کا حصول بعض اوقات گمراہی کا سبب بھی ہو سکتا ہے اور بعض علوم کے حصول میں لوگ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف کر دیتے ہیں مگر ان کے حصول سے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لیے آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک علمِ نافع کا حصول ہی ضروری ہے۔ قرآنی آیات اور حدیثِ مبارکہ بھی اس ذیل میں پیش کی گئی ہیں جو کہ آپ علیہ الرحمۃ کے مدلل اندازِ تحریر کی عکاس ہیں۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

> ”قولہ تعالیٰ فی صفۃ العلماء:''إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء''وپیغمبر گفت۔ صلی اللہ علیہ وسلم:''طلب العلم فریضۃ علی کُل مسلم و مسلمۃ''ونیز گفت۔ صلی اللہ علیہ وسلم:''اطلبوا العلم ولو بالصین''“(۷)

جس طرح مقدمی اور متاخرین نے علم کے ساتھ عمل کی ضرورت کو از حد ضروری خیال کیا ہے۔ اسی طرح علی بن عثمان علیہ الرحمۃ بھی عمل کو از حد ضروری خیال قرار دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم و عمل باہم لازم و ملزوم ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ اُن لوگوں پر تنقید کرتے ہیں جو علم کو عمل پر یا عمل کو علم پر ترجیح دیتے ہیں۔ علم بھی ضروری ہے کیوں کہ جملہ عبادات میں اگر کسی عبادت کے لیے اولین شرائط کا علم ہی نہ ہو تو جملہ اراکین کی ادائیگی بہتر طور پر انجام نہیں دی جاسکتی جیسے طہارت، نیت، ارکان نماز کی معلومات، پانی کی شناخت اور سمت قبلہ وغیرہ حصولِ علم کی افادیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے علم و عمل ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ اُن علماء

کو عالم کہلانے کا حق دار قرار نہیں دیا جو علم کو دنیادی عزت و جاہ کے لیے حاصل کرتے ہیں کیوں کہ اس قبیل کے علماء علم کی رفعت اور مقام سے بے بہرہ ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ اس بابت رقم طراز ہیں:

"وبدان کہ علم بسیار است و عمر کوتاہ و آموختن جملہ علوم بر مردم فریضہ نہ چون علم نجوم و طب، و علم حساب و صنعتھای بدیع و آن چہ بدین ماند۔ بہ جز از این علوم ھر یک بدان مقدار کہ بہ شریعت تعلق دارد، از نجوم مر شناخت وقت را اندر شب، و طب مر احتما را، و حساب مر فرایض و مدت حیض را، و آن چہ بدین ماند۔"(۸)

"لوحِ فقیر" میں سرفراز اے شاہ علم و عمل سے متعلق رقم طراز ہیں:

"علم حاصل کرنا اچھی بات ہے۔۔۔ اس کے حصول کے لیے کوشش کیجیے لیکن پہلے جو علم آپ کے پاس موجود ہے اس پر عمل کر لیجیے۔ عمل کرنا Theories کی نسبت زیادہ اہم ہے۔"(۹)

علم و عمل کی یک جائی سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی قول نقل کیا جاتا ہے:

"بغیر علم کے عمل بیکار اور بغیر عمل کے علم بے کار ہے، بے عمل عالم کی مثال اس اندھے کی سی ہے جس نے چراغ اُٹھا رکھا ہو۔"(۱۰)

حضرت علی بن عثمان ہجویری اس بابت رقم طراز ہیں:

"است واگر علم عالم بہ فعل و کسب وی نبودی، وی را بدان ھیچ ثواب نبودی، و این سخن دو گروہ است: یکی آنان کہ نسبت بہ علم کنند مر جاہ خلق را، و طاقت معاملت آن ندارند و بہ تحقیق علم نرسیدہ باشند، عمل را از آن جدا کنند، کہ نہ علم دانند نہ عمل، تا جاھلی گوید: "قال نباید، حال باید"، و دیگری گوید۔"(۱۱)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ بھی بے عمل اور متکبر علما پر تنقید کرتے ہیں:

پڑھ پڑھ عالم کرن تکبر حافظ کرن وڈیائی ھُو
گلیاں دے وِچ پھِرن نمانے وتن کتاباں چائی ھُو
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اوتھے پڑھن کلام سوائی ھُو
دوہیں جہانیں سوئی مٹھے باھُو جنہاں کھادی ویچ کمائی ھُو(۱۲)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بابت لکھتے ہیں:

”واز عوام: گروھی دیدم ہ علم رابر عمل، فضل نھادند، وگروھی عمل رابر علم و
این ھر دو باطل است، از آن کہ عمل بی علم، عمل نباشد، عمل آنگاہ عمل کردد
کہ۔“(۱۳)

اگر علم کی اقسام کی بات ہو تو حضرت علی عثمان ہجویری علیہ الرحمۃ علم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ علم جو خدا کا ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو مخلوق کو حاصل ہے۔ مخلوق کو جو علم حاصل ہے در حقیقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں سے ہی ہے جو کہ بہت قلیل اور محدود ہے جب کہ خدائے بزرگ وبرتر کا علم کائنات کی محدود لا محدود حد بندیوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ خدا تعالیٰ کا علم اور عمل ہی زمان و مکاں میں کار فرما ہے اور مخلوق اُس کے علم سے ہی نا معلوم سے معلوم تک کے مراحل طے کرتی رہے گی۔ اگر اس نکتے کی وضاحت میں موجودہ دور کی سائنسی ایجادات اور دریافتوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اس لامتناہی کائنات میں سے ہی کچھ نہ کچھ اختراع و ایجاد کرتا رہتا ہے جب کہ یہ سب کچھ خدا کے تصرف میں ہے۔ مثال کے طور پر اسٹیفن ہاکنگ بلیک ہولز (Black Holes) کو دریافت کیا اور کائنات کی وسعت کے بارے میں نظریات پیش کیے۔ ایلنووڈز اسٹیفن ہاکنگ (Stephen Hawking) سے متعلق لکھتا ہے:

”ہاکنگ کی تھیوریوں نے بہت توجہ حاصل کی ہے۔ اس کی کتاب ”وقت کی مختصر تاریخ“ (A Brief History of Time) Big Bang سے Black Holes تک“ شاید یہ وہ کتاب تھی جس نے کسی بھی دوسری کتاب کی نسبت عوام کی توجہ علم کائنات کی نئی تھیوریوں کی طرف زیادہ مبذول کرائی ہے۔“ (۱۴)

مذکورہ اور اس طرح کے نظریات در حقیقت خداوند کریم کے لا محدود علم تصرف میں سے ہی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حصولِ علم کے حوالے سے حضرت علی بن عثمان علیہ الرحمۃ انسانی علم کو ظاہری اور باطنی علوم میں تقسیم کرتے ہیں۔ ظاہر کا تعلق کلمۂ طیبہ اور مخلوق خدا سے معاملات کی انجام دہی اور عبادات کی ادائیگی سے تعلق رکھتا ہے جب کہ باطن میں علم کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس علم کے حصول کے ذریعے خدا تعالیٰ کی معرفت اور حقیقت سے شناسائی حاصل کرے اور مخلوق کے ساتھ معاملات میں نیت کو درست رکھے اور علم کا حصول زمانے اور وقت کے تقاضوں کے پیشِ نظر بھی ہونا ضروری ہے۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری علیہ الرحمۃ اس بابت رقم طراز ہیں:

"کار آید ظاہر و باطن (واین بہ در قسم است: یکی اصول، ودیگر فروع، ظاہر اصول، قول شہادت، وباطنش تحقیق معرفت، وظاہر فروغ، برزش معاملت، وبان تصحیح نیت وقیام ہریک ازاین۔"(۱۵)

آپ علیہ الرحمۃ نے علم ظاہر اور علمِ باطن کو تین تین رکنوں میں تقسیم کیا ہے۔ علمِ اصولِ باطن کے تحت علم کے متلاشی کو چاہیے کہ وہ خدا تعالیٰ کی "ذات"، "صفات" اور "افعال" کی حقیقت سے آگہی کی کوشش کرے۔ ذات خداوندی کے حوالے سے یہ یقین ہو کہ خدا تعالیٰ کی ذات اولین و آخریں ہے اور زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماوراہے۔ صفاتِ خداوندی کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ اپنی تمام صفات کے ساتھ دائم ہے اور افعال باری تعالیٰ کے بارے میں یہ اعتقاد ہو کہ وہی اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کا خالق ہے۔ ظاہری علمِ اصول کا تعلق شریعت سے متعلق ہے۔ اس کے تین رکن یہ ہیں: (۱) کتاب یعنی قرآنِ مجید (۲) اتباعِ رسول یعنی سنت (۳) اجماعِ اُمت۔

شرعی قوانین سے متعلق آگہی اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر علمِ اصولِ باطن سے بھی کماحقہ' واقفیت حاصل نہیں ہو سکتی:

"پس علم حقیقت راسہ رکن است: یکی علم بہ ذاتِ خداوند عزوجل و وحدانیت وی، ونفی تشبیہ از ذات پاک وی۔ جلِ جلالہ'، ودیگر علم بہ صفات وی واحکام آن وسدیگر علم بہ افعال وحکمت وی وعلم شریعت راسہ رکن۔"(۱۶)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ ہجویری سوفسطائیہ گروہ پر تنقید کرتے ہیں جن کے خیال میں کسی بھی قسم کا علم درست نہیں ہے اور یہ کہ علم بجائے خود کوئی شے نہیں ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ کے نزدیک علم کی حقیقت اور اہمیت علم سے ہی ہو سکتی ہے یا جہالت سے۔ علم نہ تو کسی دوسرے علم کا انکار کرتا ہے اور نہ اس کے مقابل آتا ہے۔ اس لیے آپ علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کے مطابق علم کے ذریعے علم کی نفی یا اس کا ترک کرنا محال ہے۔ پھر علم کی حقیقت اور اہمیت سے انکار جہالت سے ہی ہو سکتا ہے۔ ملحدوں کے اس گروہ نے اپنی ضد اور مجادلے سے اہلِ حق کی عزت و کرامت کو پامال کیا ہے۔ اس لیے یہ سوفسطائی دین کے حسن و جمال اور عزت منزلت سے دور رہے کیوں کہ علم

بذات خود ایک صفت ہے اور اوصافِ مدح میں سے ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ "وگروھی از ملاحدہ" میں سوفسطائیوں کی تکذیب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"وگروھی از ملاحدہ۔ کہ تعلق بدین طریق دارند ھمین گویند کہ: "علم ما بہ ھیچ چیز درست نیابد، پس ترک علم ما راتمام تر از ائیات آن باشد۔" واین از حمق و ضلالت وجہالت ایشان بود۔"(۱۷)

صاحب کشف المحجوب اثبات علم کی بابت مستند علمائے کرام کے اقوال بھی تحریر فرماتے ہیں جنھیں پڑھ کر علم کی وقعت اور تحصیلِ علم کی افادیت و اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور آپ علیہ الرحمۃ ان اقوال سے متعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ وضاحت بھی تفہیم میں معاون ثابت ہوئی ہے جیسا کہ حضرت ابو درّاق علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں جس میں انھوں نے علم کلام کو زہد کے بغیر زندیق اور علم فقہ کو تقویٰ کے بغیر فاسق قرار دیا ہے پھر آپ علیہ الرحمۃ شیخ المشائخ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی علیہ الرحمۃ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"رحمۃ اللہ علیہ: اجتنب صحبۃ ثلثۃ أصناف من الناس: العلماء الغافلین، والفقراء المذاهنین، والمتصوفۃ الجاهلین"(۱۸)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی تصنیف اور آپ علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ مسائل، معلومات تصوف کی خصوصیات سے متصوف تو ہیں ہی مگر آپ علیہ الرحمۃ کا طرزِ اسلوب نہ صرف قابلِ فہم ہے بلکہ پُر تاثیر بھی ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ مشکل سے مشکل موضوعات کو بتدریج سہل بنا دیتے ہیں۔ عام فہم انداز میں کسی بھی مسئلے کی وضاحت کرتے ہیں، معنی و مفہوم بتا کر اس موضوع کی اہمیت قرآن و احادیث کے ساتھ ساتھ معتبر صوفیائے کرام کے اقوال و افعال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو کامل شیخ نہ ملے تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کر لے۔ سرفراز اے شاہ اپنی تصنیف "لوحِ فقیر" میں "کشف المحجوب" سے متعلق لکھتے ہیں:

"کشف المحجوب" واقعتاً بہت آسان کتاب ہے، اتنی آسان کہ بعض اوقات اس کی سادگی کھلنے لگتی ہے کہ داتا صاحب نے اس سے آگے بھی کچھ بیان کیا ہوتا۔"(۱۹)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ بشیر احمد سعدی، سیرتِ گنج بخش، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۰

۲۔ محمد متین ہاشمی، سید، سید ہجویر، لاہور، امپرنٹ پریس، ۱۹۸۵ء، ص۔۱۳۰

۳۔ قاضی جاوید، پنجاب کے صوفی دانشور، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۹ء، ص: ۳۲

۴۔ سعد اللہ جاں برق، تصوف اور امن عالم، پشاور: عامر پرنٹ اینڈ پبلشرز، ۲۰۱۷ء، ص: ۲۱

۵۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، مترجم: غلام معین الدین سید، لاہور، مکتبہ زاویہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۴۵

۶۔ ایضاً، ص: ۴۵

۷۔ علی بن عثمان جُلاّبی الہجویری، کشف المحجوب، لاہور، سمن پبلی کیشنز، ۱۹۰۵ء، ص: ۱۳

۸۔ ایضاً، ص: ۱۳

۹۔ سرفراز اے شاہ، لوحِ فقیر، لاہور، زاہد بشیر پرنٹرز، ۲۰۱۵ء، ص: ۱۰۷

۱۰۔ عابد احسان (مرتب)، اقوالِ زریں کا خزانہ، لاہور: کانٹی نینٹل سٹار پبلشرز، س ن، ص: ۴۳

۱۱۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، ص: ۱۷

۱۲۔ محمد دین کلیم، (مرتب) کلامِ باہو، لاہور، نذیر پبلشرز، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۵

۱۳۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، ص: ۱۳

۱۴۔ ابو فراز، (مترجم)، مارکسی فلسفہ اور جدید سائنس، لاہور: اے این اے پرنٹرز، ص: ۳۰۹

۱۵۔ علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب، ص: ۱۷

۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۷

۱۷۔ ایضاً، ص: ۱۹

۱۸۔ ایضاً، ص: ۲۲

۱۹۔ سرفراز اے شاہ، لوحِ فقیر، ص: ۶۸